سوال

(129) ضد اور اختلاف کی بنا پر نئی عید گاہ بنانے کا حکم

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک عید گاہ بمشورہ چند مواضع اہلِ حدیث واحناف کے بنائی گئی اور احناف نے وعدہ واثق کیا کہ ہم لوگ اسی مسجد میں عیدین کی نماز ادا کریں گے۔ جب عید گاہ طیار ہوئی تو احناف نے نماز پڑھنے سے انکار کیا کہ ہم لوگوں کی نماز اہلِ حدیث کے پیچھے نہیں ہوگی تو اہلِ حدیث نے جواب دیا کہ ہمارے پیچھے نماز نہیں ہوگی تو آپ اپنے گروہ سے جس شخص کو امام قرار دیجیے، اس کے پیچھے ہم لوگ بھی نماز پڑھیں گے۔

الغرض صاحبان احناف نے انکار کیا اور اس کی ضد سے ایک عید گاہ اپنی بستی سے باہر نکل کر آدھ میل کے فاصلے پر پہلی عید گاہ سے بنانا شروع کیا، تو ایک عید گاہ کے مقابلے میں دوسری عیدگاہ ضد سے بنانا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص وعدہ کر کے اپنے اقرار سے لوٹ جائے تو اس کے حق میں شارع نے کیا حکم کیا ہے اور اہلِ حدیث کے پیچھے مقلدوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جو مسجد بلا عذر شرعی ضد اور نفسانیت سے طیار کرائی جائے تو ایسی مسجد کا بنانا جائز نہیں، بلکہ مفسرین نے اس کو مسجد ضرار میں داخل کیا ہے۔ تفسیر مدارک وکشاف وغیرہ میں ہے:

’’قیل: کل مسجد بنی مباھاۃ أو ریاء أو سمعۃ أو لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ فھو لاحق بمسجد الضرار‘‘ انتھی (نقلا عن فتاویٰ المولوي عبد الحی: ۱/۱۵۶)[1]

[کہا گیا ہے کہ ہر وہ مسجد جو فخر کرنے یا ریاکاری یا سنانے یا رضائے الٰہی کے سوا کسی دوسری غرض کے لیے بنائی جائے تو وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے]

وعدہ خلافی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامتِ نفاق فرمایا ہے۔ مشکوۃ شریف (ص: ۱۷) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((آیۃ المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان))[2]

[منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وہ وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اسے امانت سونپی جائے تو خیانت کرے]

ہر مسلمان کی نماز ہر مسلمان کے پیچھے بلاشبہ جائز ہے، اس میں کسی کی خصوصیت نہیں ہے اور عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ واللہ أعلم۔

حررہ راجی رحمۃ اللہ: أبوالہدی محمد سلامت اللہ، عفی عنہ الجواب صحیح۔ کتبہ: محمد عبداللہ۔

واضح ہو کہ یہ سوال متضمن تین امر کو ہے۔ پہلے امر کی نسبت یہ گزارش ہے کہ بلاوجہ شرعی جو لوگ باہمی ضد و شقاق کی وجہ سے دوسری مسجد (عیدگاہ) بنانا چاہیں اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالیں، وہ لوگ سورت توبہ کی آیت: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ کو پیش نظر رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس آیت کے مصداق ہو جائیں اور وہ مسجد حکم میں مسجد ضرار کے ہو جائے، جس کی شان میں لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا وارد ہے۔ دوسرے امر کی نسبت گزارش ہے کہ تعمیلِ معاہدہ و ایفائے وعدہ واجب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ [المائدۃ: ۱]

[اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو]

وقال أیضاً: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا [الإسراء: ۳۴]

[اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہو گا]

پس جو شخص اس حکم کی مخالفت کرے، اس میں ایک شمہ نفاق کا ہے، جس سے بچنا واجب و لازم ہے۔

تیسرے امر کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ اہلِ حدیث سچے اور خاصے مسلمان ہیں۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہونے میں کیا کلام ہے؟ نماز تو ہر مسلمان کے پیچھے جائز و درست ہے، چہ جائیکہ ایسے لوگ؟ لقولہ علیہ السلام: ((الصلاۃ واجبۃ علیکم، خلف کل مسلم، براکان أوفاجرا)) (أبو داود، کذا فی المنتقی)[3]

[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: نماز تم پر واجب ہے، ہر مسلمان کے پیچھے، خواہ وہ نیک ہو یا فاجر]

شرح عقائد نسفی (جس میں اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کا بیان ہے)[4] میں ہے:

((صلوا خلف کل بر و فاجر))[5] [ہر نیک اور برے شخص کے پیچھے نماز پڑھو]

اس کے حاشیہ میں ہے: ''خلافا للشیعۃ'' یعنی ہر ایک نیک و بد مسلمان کے پیچھے نماز پڑھو، بخلاف رافضیوں کے کہ وہ برے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، بلکہ امام کا مجتہد یا معصوم ہونا شرط بتاتے ہیں، پس اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ سنت کے یہاں یہ قید نہیں ہے۔ واللہ أعلم۔ کتبہ: أبو الفیاض محمد عبدالقادر، عفی عنہ۔

---

[1] الکشاف للزمخشري (۲/ ۳۰۱) مدارک التنزیل للنسفي (۲/ ۲۰۴)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۳۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۹)

[3] یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[4] شرح عقائد نسفی میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے عقائد کا بیان ہے، لیکن غلط فہمی کی بنا پر عموماً اس کتاب میں مندرجہ تمام عقائد کو اہلِ سنت کے عقائد سمجھ لیا جاتا ہے۔ فلیتنبہ!

[5] شرح العقائد النسفیۃ (ص: ۱۶۰)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ: 278

محدث فتویٰ